ساہیوال بیت الذکر پر حملہ کی تفصیل، ملاں پیر تسمہ پا ہے

ہم ہر قیمت پر کلمہ طیبہ کی حفاظت کریں گے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ رفروری ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ
مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ
وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ
عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (البقرہ: ۱۵۴-۱۵۸)

پھر فرمایا:

آج کے خطبہ میں میں احباب جماعت سے ساہیوال کیس کے متعلق کچھ باتیں کروں گا۔

ساہیوال کیس کے نام سے جو مقدمہ بعض احمدی مخلصین کے خلاف دائرہ کیا گیا تھا اس کا پس منظر پھر میں بیان کر دیتا ہوں کیونکہ ممکن ہے بعض نوجوانوں کو یا بعض بڑوں کو دوسروں کو بھی ان واقعات کا یا علم ہی نہ ہوا ہو پوری طرح یا ذہن سے اتر چکے ہیں۔

26/ اکتوبر 1984ء کا یہ واقعہ ہے کہ ساہیوال کی مسجد میں صبح نماز کے بعد بعض مولویوں نے اور ان کے مدرسوں میں پڑھنے والے طلباء نے مل کر حلہ بول دیا اور اپنے ساتھ وہ برش اور پینٹ وغیرہ لے کر آئے تھے تا کہ مسجد سے جہاں جہاں کلمہ شہادۃ لکھا ہوا ہے اُس کو مٹادیں۔ چنانچہ باہر کی دیواروں پر اور باہر کے دروازے پر تو وہ مٹانے میں کامیاب ہو گئے لیکن جب اندر مسجد کے دروازے میں جو اندر کا دروازہ ہے اس پر سے کلمہ مٹانے لگے تو چند نوجوان جو وہاں اُس وقت موجود تھے انہوں نے مزاحمت کی اور یہ کہا کہ کسی قیمت پر بھی خواہ ہماری جان جائے ہم تمہیں اپنی مسجد سے کلمہ شہادہ نہیں مٹانے دیں گے۔ چونکہ اُن کی تعداد بہت زیادہ تھی ایک نوجوان کو تو انہوں نے وہیں پکڑ لیا اور باقیوں کو قتل کی دھمکی دیتے ہوئے مسجد پر حملہ کر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔ اس وقت وہاں ایک احمدی نوجوان نے بندوق سے دو فضائی فائر کئے تا کہ ڈر کے بھاگ جائیں اور ڈر کر کچھ عرصے کچھ دیر کے لئے وہ بھاگ کر باہر نکل گئے لیکن پھر انہی کے مولویوں نے ان کو کہا کہ یہ پٹاخے تھے تم کس بات سے ڈر رہے ہو۔ چنانچہ وہ دوبارہ حلہ بول کے اندر گئے اُس وقت اپنی جان کے خطرے کے پیش نظر یا اس اعلیٰ مقصد کے لئے کہ کسی قیمت پر بھی وہ مسجد احمدیہ سے کلمہ شہادۃ کو نہیں مٹنے دیں گے، اسی نوجوان نے دو فائر کئے اور اس کے نتیجے میں دو حملہ آور وہیں زخمی ہو کر گر گئے اور وہیں انہوں نے جان دے دی اور باقی بھاگ گئے۔ اور کچھ عرصے کے بعد جو وہاں واقعات گزرے اس کی تفصیل میں جانے کا تو ذکر نہیں مگر پولیس نے جو ملزم گرفتار کئے جن پہ الزام بتایا گیا وہ سات تھے لیکن مقدمہ گیارہ کے خلاف درج کیا گیا۔ ان سات میں سے چار نوجوان وہ ہیں جو یہاں موجود تھے۔ لیکن عملاً فائر کرنے والا صرف ایک نوجوان ہے اور باقی تین کی طرف سے حملہ آوروں کو کسی قسم کی کوئی گزند نہیں پہنچی باقی جتنے آدمی ہیں وہ موقعے پر موجود ہی نہیں تھے۔

ایک ہمارے مربی سلسلہ ہیں محمد الیاس منیر صاحب۔ وہ اوپر مسجد کے ملحقہ مکان میں اس وقت اپنے بیوی بچوں سے گفتگو کر رہے تھے یا تلاوت کر رہے تھے بہر حال گھر میں تھے اس وقت ان کو

جب فائر کی آواز آئی بندوق کے چلنے کی تو وہ نیچے آئے اسوقت ان کو پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ کیا واقعہ ہوا ہے اور کچھ لوگ ایسے تھے جو ساہیوال میں موجود نہیں تھے۔ان گیارہ میں سے۔وہ آٹھ آٹھ دس دس میل دور دیہات میں رہنے والے تھے مگران علماء نے جانتے ہوئے دیکھتے ہوئے کہ سارا جھوٹ ہے نہ صرف یہ کہ ان لوگوں کا نام پرچے میں درج کروایا جن کا کوئی دور سے بھی تعلق نہیں تھا بلکہ سارا سراسر الف سے ی تک پوری کی پوری جھوٹی کہانی بنائی۔

چونکہ دو احمدی جن کے خلاف الزام تھا کہ انہوں نے قتل میں حصہ لیا ہے وہ وکیل تھے اور بار کونسل کے ممبر اور ہر دلعزیز ممبر تھے۔اس لئے ان مولویوں کے جھوٹ سے پردہ فاش کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا کہ بار کونسل نے ایک بڑا شدید Resolution پاس کیا اور اس بات کی گواہی دی کہ یہ دو احمدی جو ممبر ہیں ہماری کونسل کے ان کے متعلق تو ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ ان کا دور سے بھی اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔اس لئے ہم اس کے خلاف احتجاج کرتے اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کا نام خارج کیا جائے۔

اتنا یہ جھوٹ مشہور ہوا اُس علاقے میں کہ بہت سے چوٹی کے شریف وکلاء جو Criminal Cases کے ماہرین تھے انہوں نے علماء کے مقدمہ کی پیروی سے کلیۃً انکار کر دیا۔انہوں نے کہا کہ اتنا جھوٹا مقدمہ، ایسا ظالمانہ الزام کہ معصوم لوگ جن کا کوئی دور سے بھی تعلق نہیں ان کو تم شامل کر رہے ہو اور پھر ساری کہانیاں الف سے ی تک جھوٹی ہے۔کلمہ مٹانے جارہے ہو اور بیان یہ دے رہے ہو کہ ہم یہ سننے گئے تھے کہ مسجد میں اذان تو نہیں ہو رہی اور یہ سننے کے لئے اس وقت گئے تھے جبکہ نمازیں بھی ختم ہو چکی تھیں اور نمازی اپنے اپنے گھروں کو بھی جا چکے تھے اور ہم اندر گئے بھی نہیں، یہ بھی مولویوں کا بیان ہے۔ہم تو صرف کھڑے سن رہے تھے، اس پر فلاں فلاں شخص نے اس طرح فائرنگ کی اور اس طرح حملہ کر کے ہمیں قتل کیا اور پھر گھسیٹ کر اندر لے گئے، یہ بتانے کے لئے گویا ہم اندر گئے تھے۔چونکہ وکلاء جانتے تھے کہ یہ سارے کا سارا معاملہ جھوٹ ہے۔ویسے تو جھوٹے مقدمات عدالتوں میں چلتے ہی ہیں اور پاکستان کی عدالتیں تو خوب اچھی طرح جھوٹے مقدمات سے آشنا ہیں۔وہاں تو سچے مقدمے کی تلاش کرنی پڑتی ہے لیکن اس معاملے میں وکلاء کی کراہت اس بناء پر تھی کہ جھوٹ بولتے ہو یا گند کھاتے ہو تو دنیا کے نام پر جو چاہو کرو، اسلام کے نام پر جھوٹ بولتے

ہوئے تم لوگوں کو حیا نہیں آتی اور ہمیں ملوث کرنا چاہتے ہو۔

تو ایک طرف علماء دین کی یہ جرأت اور بے باکی تھی کہ خدا اور محمد مصطفی ﷺ کے نام کی قسمیں کھا کر اور قرآن اُٹھا اُٹھا کر اس کلیۃً بے بنیاد واقعات کی شہادت دے رہے تھے اور دوسری طرف وہ جن کو دنیا دار کہا جاتا ہے یعنی عام وکلاء اپنی روزی کمانے والے جن کا ظاہری طور پر دین سے تعلق نہیں ہے، وہ حیا محسوس کر رہے تھے کہ اس مقدمے میں فیس لے کر بھی کسی طرح ملوث ہو جائیں۔ چنانچہ اُن کو پھر ثانوی درجے کے بلکہ ثالثہ درجے کے وکیل ڈھونڈنے پڑے اور وہ بھی ایسے جو پہلے ہی انہی کی طرح تعصّبات کے شکار تھے۔ وکیل تو بہر حال حکومت ہی مقرر کرتی ہے ایسے مقدمات میں لیکن اُس کی مدد اور اعانت کے لئے کہانی بنانے کے لئے کس طرح کا پرچہ درج ہونا چاہئے، کس طرح پیروی ہونی چاہئے، ان ساری باتوں میں بہر حال ان کو وکلاء کی ضرورت تھی۔

چار آدمی ان میں سے چونکہ جا چکے تھے اُس علاقے کو چھوڑ کر، پہلے ان کو علم ہو گیا تھا اس لئے ان پر تو پولیس قبضہ نہیں کر سکی لیکن جو سات تھے ان کو طرح طرح کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور بہت لمبی کوئی ڈیڑھ سال کا عرصہ یا اس سے زیادہ عرصہ ہو گیا تقریباً بہت شدید تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن اللہ کے فضل سے وہ لوگ ثابت قدم رہے اور جو دو وکلاء بعد میں پیش ہوئے ان کے متعلق جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہاں کے وکلاء کا اتنا زور تھا۔ اتنا دباؤ تھا حکومت پر وہ غیر احمدی تھے ان کا احمدیوں سے کوئی بھی تعلق نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جو ظلم کرنے ہیں دوسروں پر کرو مگر ہم اپنی برادری پر ہاتھ نہیں ڈالنے دیں گے۔ تو یہ برادری کی روح جو ہے یہ وہاں ان کے کام آئی اور اس کے نتیجے میں اُن کو بری کر دیا گیا مگر چند مہینے کی قید کے مصیبت کے بعد۔

اس مقدمے کا جو فیصلہ سنایا گیا ہے اُس کی روح سے دو احمدیوں کو جن میں ایک ہمارے مربی سلسلہ بھی ہیں موت کی سزا سنائی گئی ہے اور باقی کو عمر قید پچیس پچیس سال قید بامشقت۔ یہ مقدمہ تو شروع سے آخر تک جھوٹ ہی جھوٹ ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس فیصلے کی توثیق صدر نے خود کی ہے اور فخر کے ساتھ اس بات کا اعلان کروایا ہے اخباروں میں کہ اس قتل کے ذمہ دار جو احمدیوں کو قتل کرنے کا ہم ارادہ رکھتے ہیں اس کے ذمہ دار صدر پاکستان ہیں اور انہی کی توثیق سے یہ سزا جاری کی جا رہی ہے۔

یہ وہ پہلو ہے جو تعجب انگیز ہے اس لحاظ سے کہ دنیا بھر میں مقدمات ہوتے ہیں، قتل ہو جاتے ہیں۔ واقعۃً سچے مقدمات میں سزائیں ملتی ہیں مگر ملکوں کے صدر کبھی اپنے نام کو ان باتوں میں ملوث نہیں کیا کرتے۔ عدلیہ کارروائی ہوتی ہے سچی ہو یا جھوٹی ہو لیکن ایک ملک کا صدر فخر سے یہ اعلان کرے کہ یہ جو قتل ہونے والے ہیں اس کا فیصلہ میں نے کیا ہے۔ یہ بات نہ صرف عموماً تعجب انگیز ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ فیصلہ کرنے والے کی دہریت کی علامت بتاتی ہے، دہریت سے پردہ اٹھاتی ہے۔ دنیا کے نام پر مظالم کرنے والے بعض دفعہ خدا کے قائل بھی ہوتے ہیں تو غفلت کی حالت میں ظلم کر جایا کرتے ہیں مگر ایک شخص جو خدا کے نام پر ظلم کر رہا ہو اور معصوم انسان کے متعلق قتل کا فیصلہ کر رہا ہو۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کو خدا پر ایمان ہو یا اس بات پر یقین ہو کہ وہ جوابدہ ہوگا قیامت کے دن۔ جوابدہی کے تصور سے تو دنیا لرزتی ہے۔ جتنے استبداد ہیں، دنیا میں جو قائم ہیں، ان سب کی طاقت کا راز جوابدہی میں ہے۔ جتنے ڈکٹیٹر دنیا پہ مسلط ہیں اور معصوموں کے خون بہا رہے ہیں یا انسانی حقوق چھین رہے ہیں ان کی طاقت کا راز اس بات میں ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے خلاف اٹھنے کی کوشش کرے اس کو یہ پتہ ہے کہ خواہ وہ ظالم ہے خواہ اس کا حکومت کرنے کا حق نہیں بھی ہے تب بھی اس کے سامنے میں جوابدہ ہوں اور ایک صاحب استبداد کے سامنے، صاحب جبروت کے سامنے انسان جواب دہی سے ڈرتا ہے۔ اس لئے کیسے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل یقین رکھتا ہو کوئی شخص جانتا ہو کہ مرنے کے بعد اس کی گردن خدا کے ہاتھوں میں ہوگی اور وہ ذوالانتقام ہے اور اس کی پکڑ سے کوئی دنیا کی طاقت نہیں بچا سکتی، بڑے اور جھوٹے ہر ایک کی گردان اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو شخص اس کی جواب دہی کا یقین رکھتا ہو وہ آنکھیں کھول کر اتنا ظالمانہ بیبا کانہ فیصلہ اُس کے نام پر نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے بعد پھر اس کے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ دنیا کے ظلم بعض دفعہ معاف بھی ہو جاتے ہیں۔ انسان کے اندر جب پشیمانی ہو اور حیا پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے لیکن خدا کے نام پر ظلم کرنے والے کے لئے بخشش کی کوئی راہ میں نہیں دیکھتا۔ نہ مذہبی تاریخ میں اس قسم کی بخشش کا کوئی ذکر ملتا ہے اس لئے سوائے اس کے کہ کوئی شخص پوری طرح دلیر ہو چکا ہو خدا کے متعلق اور یہ جانتا ہو کہ کوئی خدا نہیں ہے۔ جواب دہی نہیں ہے اس سے اوپر کوئی ہستی نہیں ہے۔ اس وقت تک جب تک یہ صورت حال نہ ہو کوئی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جہاں

تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے یہ معاملہ تو جماعت احمدیہ خدا کے ہاتھ میں دیتی ہے۔ قرآن سے یہ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایسے فیصلے ہوتے رہے ہیں۔ بعض ظالموں کو ظلم کا موقع بھی مل جاتا رہا ہے لیکن خدا کی پکڑ ضرور ظاہر ہوئی ہے اُن کے متعلق۔ آہستہ آئی ہو یا دیر سے آئی ہو خدا کی پکڑ نے ایسے صاحب جبروت لوگوں کو جو اپنے آپ کو صاحب جبروت سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ کو بے طاقت اور بے اختیار جانتے تھے یا اس کے وجود ہی کے قائل نہیں تھے اُن کے اس طرح نام ونشان دنیا سے مٹا دیئے کہ عزت کا ہر پہلوان کے ناموں سے مٹ گئے اور ذلت کے سارے پہلوان کے ناموں کے ساتھ لگے ہوئے ہمیشہ کے لئے زندہ رہ گئے۔ رہتی دنیا تک رحمتوں کی بجائے لعنتوں سے یاد کرنے کے لئے وہ نام باقی رکھے گئے۔

اس لئے ہم تو اس خدا کو جانتے ہیں، اس صاحب جبروت کو جانتے ہیں کسی اور خدا کی خدائی کے قائل نہیں۔ **اس لئے احمدیوں کا سر ان ظالمانہ سزاؤں کے نتیجے میں جھکے گا نہیں بلکہ اور بلند ہوگا اور بلند ہوگا یہاں تک کہ خدا کی غیرت یہ فیصلہ کرے گی کہ دنیا میں سب سے زیادہ سر بلندی احمدی کے سر کو نصیب ہوگی کیونکہ یہی وہ سر ہے جو خدا کے حضور سب سے زیادہ عاجزانہ طور پر جھکنے والا سر ہے۔**

یہ جو دوبارہ باسی کڑھی میں ابال آرہا ہے اب میں اس کے پس منظر کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ عرصے سے حکومت کی طرف سے نہایت جابرانہ اور ظالمانہ مخالفت میں کچھ کمی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے ایک آدمی تھک چکا ہو ایک ذلیل حرکت کرتے کرتے اور بالآخر اس کو چھوڑ رہا ہو لیکن گزشتہ چند دنوں سے یہ ذلت اور یہ کمینگی پھر چمک اٹھی ہے۔ باسی کڑھی میں جیسے ابال آتا ہے ویسے ہی ایک دوبارہ اس احمدیت دشمنی میں ایک نیا ولولہ پیدا ہو رہا ہے۔ گورنرز بیان دے رہے ہیں، وزرائے اعلیٰ بیان دے رہے ہیں، جو کمی پیچھے رہ گئی تھی مارشل لاء کی طرف سے وہ اب ہم پوری کریں گے اور پہلے احمدیت نہیں مٹ سکی تھی تو اب ہم اسے مٹا کر چھوڑیں گے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آخر کیوں اچانک بیٹھے بیٹھے ان کو دوبارہ یہ جوش اٹھا ہے؟ اس کی وجہ تو بڑی واضح ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک آمر جب بھی حکومت پر قبضہ کرتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس سے اب پیچھے ہٹنے کی کوئی راہ نہیں ہے، جانتا ہے کہ جب بھی وہ اترے گا اس کی گردن ان مظلوموں کے ہاتھ میں ہوگی جو پہلے اس کے ظلم کا نشانہ بن چکے ہیں۔ اس لئے عملاً وہ یہ

فیصلہ کرنے کے بعد آمر بنتا ہے کہ اب میں نے کبھی اس طاقت کے مقام سے الگ نہیں ہونا اور کسی قیمت پر نہیں ہونا اور ایسے لوگ بسا اوقات اپنی ایک حقیر جان بچانے کے لئے لکھوکھہا انسانوں کے خون سے ہولی کھیلتے ہیں۔

سٹالن نے جتنے قتل کروائے ہیں اپنی جان بچانے کے لئے ، یہ جانتے ہوئے کہ اگر میں نے ذرہ بھی کمزوری دکھائی تو لازماً میں گولی کا نشانہ بنایا جاؤں گا اور جو میں ظلم کر چکا ہوں اس کے بدلے اتارے جائیں گے۔ اتنے قتل وخون کروائے ہیں کہ اب اگر جب ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو یقین نہیں آتا کہ یہ ہوسکتا ہے؟ ابتداء میں جب میں نے سنے وہ اعداد وشمار تو میں یہی سمجھتا تھا کہ مغربی پروپیگنڈہ ہے لیکن بعدازاں جب روسی حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں اور اس بات کی توثیق کرتی رہیں کہ سٹالن نے واقعۃً لکھوکھہا انسانوں کو محض اس خوف سے قتل کروایا کہ اسکے خلاف کوئی بغاوت نہ کھڑی کر دیں۔ تو اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ ایک ڈکٹیٹر (Dictator) کو اپنی جان کے بدلے میں دنیا کی کسی جان کی ، کسی قدر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی ہے اور یہی وہ دہریت ہے ، یہی وہ نمرودیت ہے جس کا ذکر قرآن میں بارہا ملتا ہے۔ ڈکٹیٹر خواہ مذہب کی دنیا میں ڈکٹیٹر ظاہر ہو یا غیر مذہبی دنیا میں ظاہر ہو وہ سوائے اپنے کے کسی اور کو خدا نہیں جانتا، نہیں جان سکتا یہ اس کی نفسیات کے خلاف ہے۔

یہ ڈکٹیٹر بننا ایک دہریت کے ساتھ ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ گویا دہریت اس کی ماں ہے جس کی آغوش میں ڈکٹیٹر شپ پلتی ہے۔ ورنہ مذہبی دنیا میں جہاں جواب دہی کا تصور موجو د ہے وہاں ڈکٹیٹر کا تصور قائم ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ یہی بنیادی فرق ہے ایک نبی کے صاحب حکم ہونے میں اور ایک دنیا دار کے صاحب حکم ہونے میں ، ایک خلیفہ کے صاحب حکم ہونے میں اور ایک عام آمر کے صاحب حکم ہونے میں۔ نبی کی تو جان نکل رہی ہوتی ہے خدا کے خوف سے۔ وہ جوابدہ ہوتا ہے ایک بہت ہی بالا اور ذوالاقتدار ہستی کے سامنے اور اسی طرح اس سے بہت عاجز تر خلفاء کی بھی یہی دلی کیفیت ہوتی ہے۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ اپنے اختیارات کو کسی رنگ میں بھی آمرانہ طور پر استعمال کریں۔ ان کا تو وہی حال ہوتا ہے جو حضرت عمرؓ بستر مرگ پر تھا۔ بڑی بے قراری سے جان دی ، بہت تڑپ رہے تھے اور بار بار اپنے رب کے حضور یہ عرض کرتے تھے۔ **لالی و لاعلی ، لالی و لاعلی** اے خدا! میں تجھے جوابدہ ہوں ، میرا آخری وقت آن پہنچا ہے ،

میں نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا سلوک کیا جائے گا، اتنے میرے گناہ ہیں، اتنی میری کمزوریاں ہیں ایسی غفلتیں ہوئی ہوں گی مجھ سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کہ ان کا خوف میری جان کو کھائے جارہا ہے پس میں اپنی نیکیوں کا کوئی اجر تجھ سے طلب نہیں کرتا میرے آقا، میری غلطیوں سے پردہ پوشی فرمانا **لا لی و لا علی** مجھے بے شک کچھ نہ دے مگر میرے خلاف کچھ نہ رکھنا۔ اس کیفیت کا آدمی جو اس کیفیت کے ساتھ زندہ رہا ہو اور اس کیفیت میں جان دے رہا ہو وہ کیسے آمر بن سکتا ہے۔

پس دنیا کی آمریت کا دہریت سے تعلق ہے اور مذہبی بظاہر آمریت کا گہرا خدا سے تعلق ہے اور دونوں میں تضاد اتنا زیادہ ہے کہ جیسے بعد المشرقین ہو۔ دونوں کے اظہار بالکل مختلف ہو جاتے ہیں، دونوں کا طرز عمل بالکل بدل جاتا ہے اور کوئی دور کی بھی مشابہت ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہتی۔

پس میں جب دنیا کی آمریت کی بات کرتا ہوں تو یہ قطعی اور لازمی حقیقت ہے کہ یہ دہریت کی گود میں پلتی ہے، دہریت کا دودھ پی کر جوان ہوتی ہے اور دہریت کی قبر میں جان دیتی ہے اور ایسے موقع پر ایک مومن کے لئے سوائے اس کے کوئی بھی راہ باقی نہیں رہتی کہ وہ کلیۃً ان معاملات کو اپنے رب کے سپرد کر دے اور یہ کہے کہ اے خدا! ہم ہٹ رہے ہیں بیچ میں سے، اب تو جانے اور تیرے یہ سرکش بندے جانیں جن کو بندہ ہوتے ہوئے بھی بندگی کی توفیق نہیں ملی، جو مقدس نام لے لے کر نہایت بھیانک اور گھناؤنے کام کرتے رہے اور ایک لمحہ بھی ان کے دل میں خوف خدا نہ آیا۔ اب تو جانے، تو مالک ہے اور تو خالق ہے اور یہ تیرے بندے کہلانے والے لوگ جانیں۔

پس جماعت احمدیہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہی ایک صورت ہے۔ لیکن ایسا شخص جو خدا کو نہیں مانتا وہ دنیا کو تو ضرور مانتا ہے، جو خدا کا خوف نہیں کھاتا وہ دنیا سے ضرور خوف کھاتا ہے اور جتنا زیادہ اپنی سفا کی اور ظلم میں بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ دنیا کا خوف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حالات میں دوبارہ اس باسی کڑھی کو اُبال آیا ہے۔

موجودہ آمریت خواہ کسی بھیس میں بھی پل رہی ہو۔ ایک سیاست دان کا جمہوری لبادہ لے کر آئے یا ایک مولوی کا لبادہ اُوڑھ کر آئے، جس شکل میں بھی ہو بنیادی طور پر تو وہی آمریت ہے۔

ع ہم سمجھے ہوئے ہیں اسے جس بھیس جو آئے

وہی کیفیت ہے، اس آمریت کی بنیادی طاقتوں کو اب یہ یقین ہو چکا ہے کہ زیادہ دیر تک یہ صورت حال باقی اب نہیں رہ سکتی۔ وہ غیور اور صاحب فہم سیاست دان جو حقیقۃً ملک میں جمہوری آزادی لانا چاہتے ہیں اور غیرت بھی رکھتے ہیں اور بصیرت بھی رکھتے ہیں وہ تو حکومت سے باہر بیٹھے ہوئے ہیں اور جتنا وقت گزر رہا ہے ان کی بے چینی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ساری قوم کو وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھ رہے ہیں اور ان زنجیروں کے حلقوں کو زیادہ تنگ کیا جارہا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اب جو آمریت ٹھونسی جائے گی یہ اسلام کے نام پر مُلاں کی آمریت ہوگی اور اس آمریت سے پھر چھٹکارا پانا بہت ہی مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے سارے پاکستان کے صاحب بصیرت سیاستدان بہت بے تاب ہو چکے ہیں اور بے چین ہو چکے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے حق میں جو ان کے بیانات آتے رہتے ہیں اس وجہ سے نہیں کہ جماعت احمدیہ سے ان کو محبت ہے۔ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے نام پر ساری قوم کو پاگل اور بیوقوف بنایا جارہا ہے اور جس مُلا کو اوپر لایا جارہا ہے ایک دفعہ اوپر آ گیا تو پھر اس کے پھندے سے نجات پانا قوم کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ ان کی تاریخ عالم پر نظر ہے چنانچہ اصغر خان صاحب نے جو کتاب لکھی موجودہ حالات پر اُس میں اس بات کو کھول کر بیان کیا ہے کہ تاریخ عالم سے ثابت ہے کہ مُلاں کی حکومت جب بھی قائم ہوئی ہے اس نے قوم کو برباد کیا ہے اور یہ اس طرح ختم نہیں ہوا کرتی کہ ملک کے کچھ اور لوگ ان سے عنان لے لیں، یہ اس طرح ختم ہوا کرتی ہے کہ غیر ملک آکر پھر ایسے ملکوں پر قبضہ کیا کرتے ہیں کیونکہ ان کی حکومتیں ہمیشہ غداریوں پر منتج ہوتی ہیں اور اپنے وطن کو غیروں کے سپرد کرنے پر ان کی حکومتوں کا انجام ہوتا ہے۔

پس ان کی بے چینی بڑھ گئی ہے اور وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ہر قیمت پر ہمیں ملائیت سے نجات حاصل کرنی ہوگی ورنہ یہ قوم کے لئے پیر تسمہ پا ثابت ہوگا۔ پیر تسمہ پا کا لفظ شاید انگلستان کے نوجوانوں کو سمجھ نہ آئے اس لئے میں اس کی مختصر سی تشریح کر دیتا ہوں۔ سندباد جہازی قصوں میں ایک یہ بھی قصہ ہے کہ ایک ایسے جزیرے پر اس کا جہاز ٹوٹا جہاں کہیں انسان کی تو کوئی خو بو نظر نہیں آتی تھی، کوئی اس کا وجود نہیں ملتا تھا، لیکن ویسے بہت زرخیز جزیرہ تھا، بہت پھل ہر قسم کے خدا تعالیٰ کی طرف سے طبعی نعمتیں مہیا تھیں۔ وہ جزیرے میں بس گیا پھل ول ہر چیز اچھی ملتی تھی کھانے کو۔ اچھی زندگی

گزر رہی تھی مگر تنہائی نے مصیبت ڈالی ہوئی تھی۔ایک دفعہ گزرتے ہوئے اُس کو ایک انسانی آواز آئی اُس نے دیکھا تو ایک درخت کے نیچے ایک بہت ہی بوڑھا آدمی جس کی سفید ریش زمین کو چھو رہی تھی اور سر کے بال بھی لمبے اور سفید تھے، ہاتھ میں تسبیح پکڑی ہوئی اور ذکر الٰہی میں گویا بظاہر ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔اُس نے اس کو آواز دی اُس نے کہا میاں ذرا ادھر آؤ۔ دیکھو ٹانگیں،ان ٹانگوں میں خود کھڑا ہونے کی طاقت نہیں ہے۔اُس نے دیکھا تو واقعی جس طرح ربڑ کی کوئی چیز ہو اس طرح ٹانگیں لٹکی ہوئی تھیں ان میں واقعۃً کوئی طاقت نہیں تھی۔اُس نے کہا! میں تو دوسرے کے سہارے کا محتاج ہوں اس لئے تم اتنا مجھ پہ احسان کرو کہ مجھے اپنے کندھے پر بٹھا لو تا کہ میں اپنے ہاتھ کے تازہ پھل توڑ کر کھاؤں اور یہ بھی مزہ لوں جو ٹانگوں والے مزے لیتے ہیں۔اُس کو یہ کہانی سن کر بڑا رحم آیا اور اس نے کہا کہ اس میں تو کوئی بات نہیں میں آپ کو اپنے کندھے پر بیٹھا لیتا ہوں چنانچہ دونوں ٹانگیں اس نے ایک اس طرف اور ایک اُس طرف رکھ کے اس کو اپنے کندھے پر بٹھایا اور پھل کھلایا جب وہ پھل کھا چکا تو اس نے کہا کہ اچھا بابا میں آپ کو اتارتا ہوں تو اس نے کہا اب تو میں نہیں اتروں گا۔اب تو مجھے جو مزہ پڑ گیا ہے کسی کے کندھے پر سوار ہو کر پھل کھانے کا، میں اتنا ہی پاگل ہوں کہ اس مزے کو چھوڑ دوں اس سے محروم رہ جاؤں، اب تو ہر حالت میں یہ ٹانگیں تمہاری گردن کا ہار بنی رہیں گی۔ چنانچہ اس نے کس کر اُن ٹانگوں کا پھندہ بنا کر اس کی گردن میں ڈال دیا، جب وہ اس کو گرانے کا ارادہ کرتا تھا تو وہ پھندہ اور زیادہ سخت ہو جاتا تھا اور کہانی کے مطابق وہ ہمیشہ کے لئے بڈھا اس نوجوان پر سوار ہو گیا۔

مُلاں کی بھی کوئی ٹانگ نہیں ہے،حکومت کرنے کی کوئی ٹانگ نہیں ہے،کوئی جواز نہیں ہے کہ یہ حکومت پر آئے،اس کو کوئی دنیا کے نظم و انصرام سے تعلق ہی نہیں ہے،اس کو فہم ہی نہیں ہے کہ سیاست ہوتی کیا ہے،اس کو تقویٰ کا بھی علم نہیں،اس کو عدل کا بھی علم نہیں،اسکو انصاف کا کوئی تصور نہیں، دنیا کے جغرافیہ تک سے ناواقف ہے۔آج تک یہ بھی نہیں مانتا کہ چاند پر بھی کوئی انسان پہنچ چکا ہے۔اس قسم کا مُلاں جو نہ دین کا علم رکھتا ہو نہ دنیا کا علم رکھتا ہوں۔قرآن کریم کی وہ تفسیریں پڑھتا ہو جو گزشتہ زمانے میں بڑے بڑے بزرگوں نے لکھی مگر حالات سے ناواقفیت کے نتیجے میں بہت سی غلط باتیں قرآن کی طرف منسوب کر چکے ہیں۔انکی دنیا وہی وسطی ازمنہ کی دنیا ہے۔اُس زمانے کے

انسان کی سوچ ان کی سوچ ہے اور چونکہ دل تقویٰ سے خالی ہیں اس لئے علم بجائے نیکی پھیلانے کے ظلم اور سفا کی پھیلانے کے لئے استعمال ہورہا ہے۔ اپنے برتے پر مُلاں کبھی دنیا میں حکومت نہیں کر سکتا ہے کوئی قوم کبھی کسی مُلا کی حکومت کو برداشت نہیں کرسکتی ہے اگر اسکو اختیار ہو چننے کا۔ اس لئے واقعۃً یہ مثال ان پر صادق آتی ہے کہ ان کی اپنی ٹانگیں نہیں ہیں پھل کھانے کے لئے ، ہمیشہ سے اس طرح زندگی گزاری کہ گرا ہوا پھل کھاتے ہیں۔ ہمارے دیہات میں، ہمارے شہروں میں ان کی حیثیت صدقہ خیرات زکوۃ کھانے والوں کی سی رہی ہے۔ بہت سے بعض شرفاء بھی ہیں، باغیرت بھی ہیں، اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا بھی جانتے ہیں لیکن انفرادی حیثیت سے۔Insitution کے لحاظ سے، ایک نظام کے اعتبار سے یہ ہمیشہ مرہون منت رہے ہیں دوسروں کی رحم دلی کا ، اور جو رزق ان کی جھولی میں ڈالا گیا اسی پر غنیمت کی۔ ان کا بھی تو دل چاہتا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں لیکن پاؤں ہیں نہیں کھڑے کس پر ہوں۔ اس لئے اسلامی تاریخ میں ملّاں نے جب بھی پھل پر براہ راست ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے وہ دوسروں پر سوار ہوا ہے۔ اسلامی سیاستدانوں پر سوار ہوا ہے، اسلامی بادشاہتوں پر سوار ہوا ہے اور ان کے کندھے پر چڑھ کر اس نے پھلوں پر ہاتھ ڈالے ہیں۔ اور وہ تو یہ سمجھتے رہے کہ عارضی قصہ ہے ہماری طرف سے اتنے احسان ہورہے ہیں اس قوم پر تو کچھ اور سہی لیکن ہمیشہ ملّاں پیر تسمہ پا بنا ہے قوموں کے لئے اور کبھی بھی اس نے پھر اپنے پھندے سے ان گردنوں کو آزاد نہیں کیا۔

کہانی کے مطابق وہ سیاح جو پیرے تسمہ پا کے پھندے میں جکڑا گیا تھا اسکی نجات کا تو بالآخر سامان ہو گیا لیکن بدقسمتی سے حقیقی دنیا میں ہم ان قوموں کی نجات کا کوئی سامان نہیں پاتے۔ جن لوگوں کی گردنیں ایک دفعہ مُلاں کے پھندے میں جکڑی گئیں ہیں پھر وہ کبھی آزاد نہیں ہوئیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا سیاست دان جو باشعور ہے اور باغیرت ہے اور باحیاء ہے جس نے اس حکومت کے سامنے سر جھکانے سے ہر قیمت پر انکار کر دیا ہے۔ وہ کلیۃً گفت وشنید سے مایوس ہو چکا ہے اور جانتا ہے کہ ساری قوم کو لے کے اسے گلیوں میں نکلنا پڑے گا۔ ایک خونی سے اپنے ملک کو آزاد کروانے کے لئے خون کی قربانی دینی ہوگی اور اس کے سوا اب کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ ان حالات کو موجودہ وقت کے حکمران بھی دیکھ رہے ہیں اور وہ سیاستدان بھی دیکھ رہے ہیں جنہوں نے

اپنے اصول کو بیچا ہے، چند دن کی حکومت کے لئے اور آمر سے تعاون کیا ہے۔اس لئے وہ مجبور ہیں اس توجہ کو مٹانے کے لئے، اس کا رخ موڑنے کے لئے کچھ اور فساد کھڑے کئے جائیں گے اور جماعت احمدیہ سے بہتر ان کو اور کوئی سہارا نہیں مل رہا ۔

ایک اور بھی ہے وہ ہے شیعہ ازم کا اور پاکستان کی اخبارات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ شیعہ ازم کو بھی ابھارنے کے لئے پوری کوشش کی جارہی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اب تک احمدیوں کے متعلق جو بھی کچھ کھیل کھیلے گئے ہیں عوام باخبر ہو چکے ہیں اور پوری طرح اٹھ نہیں سکے جیسا کہ ان کو توقع تھی۔لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ ایرانی حکومت کی شیعہ حکومت کی سنی حکومتوں سے لڑائی کے نتیجے میں بالعموم شیعہ اور سنی عالم بٹے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں،خوف کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ سوال اگر اٹھایا جائے تو ہوسکتا ہے ہماری جان چند دن اور کیفر کردار تک پہنچانے والوں کے ہاتھ سے بچ جائے۔اس لئے بے اختیار اور مجبور ہوئے ہیں اس بات کے لئے کہ کوئی بہانہ ڈھونڈیں ملک میں،کوئی ایسے فساد برپا کریں جس کے نتیجے میں قوم کی توجہ بٹ جائے اور قوم سیاست دانوں کے ہاتھوں میں آنے کے بجائے ہمارے ہاتھوں میں اور مُلاں کے ہاتھوں میں کھیلے۔

اس کا کیا انجام ہوگا وہ تو واضح ہے کیونکہ ہماری تو قرآن کریم کی تاریخ پر نظر ہے ہم اس انجام کو اسی طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ماضی کو دیکھا کرتے ہیں لیکن انکو نظر نہیں آرہا اور یہی کوشش کر رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو ہم ان بظاہر مذہبی سوالات کو اُٹھائیں اور اس کے نتیجے میں عوام کے جذبات کو انگیخت کر کے توجہ دوسری طرف منتقل کر دیں۔

اس لئے جماعت احمدیہ پاکستان کو بالخصوص میں نصیحت کرتا ہوں کہ جس طرح انہوں نے گزشتہ سال اور اس سے پیوستہ سال نہایت ہی صبر اور استقامت کے ساتھ، دعاؤں کے ساتھ،عزم اور ہمت کے ساتھ،عشق و وفا کے ساتھ،خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھاتے ہوئے تسلیم و رضا کے ساتھ دن گزارے تھے اسی طرح ان روایات کو زندہ رکھیں اور ان سے چمٹے رہیں بلکہ آگے بڑھائیں اور کسی قسم کا ظلم بھی جس کی کوئی بھی انتہاء ہوسکتی ہے، وہ حکومت کی طرف سے توڑا جائے یا عوام کی طرف سے ظاہر ہو اس کو خدا کے نام پر خدا کی خاطر مردان مومن کی طرح برداشت کریں۔

ہم نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ ان کو یہ توفیق بخشے گا کہ نہیں کہ اپنے ظالمانہ فیصلے پر عمل پیرا ہو سکیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کے ہاتھ میں جو بھی تدبیریں رکھی ہیں ان تدبیروں سے بھی ہم کام لے رہے ہیں اور لیتے رہیں گے اور تقدیروں کے رخ بدلنے کے لئے جو دعا کے ہتھیار ہمیں عطا کیے ہیں ہم ان دعاؤں سے بھی کام لیتے رہیں گے کیونکہ دعاؤں کے ذریعہ تقدیریں بھی ٹل جایا کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود خدا کی مرضی بہر حال غالب رہے گی اگر خدا نے کسی قوم کو شہادت کی سعادت عطا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم اس کی ہر رضا پر راضی رہیں گے لیکن میں جماعت احمدیہ پاکستان کو یاد دلاتا ہوں کہ اگر یہ شہادت ان کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے تو پہلے سے زیادہ عزم اور حوصلے کے ساتھ اس بات کا عہد کریں کہ جس طرح ان نوجوانوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور خدا کی خاطر اپنے پیارے بیوی اور بچوں سے منہ موڑا، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو دیکھا اور اُسے خدا کے نام پر قبول کرنے کے لئے تیار ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ کلمہ شہادت کی عزت اور ناموس پر حرف نہیں آنے دیں گے خواہ ان کی گردنیں تختہ دار پر لٹکا دیں جائیں اور یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بیوی اور بچوں کی بیوگی اور یتیمی کو قبول کر لیں گے لیکن یہ نہیں قبول کریں گے کہ خدا کی عبادت گاہوں کو دنیا کے ذلیل انسان اپنے گندے پاؤں تلے روندیں اور ان کی عصمت کے ساتھ کھیلیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر حال میں ہر قیمت میں ہر قربانی دیتے ہوئے ہم کلمہ طیبہ کی حفاظت کریں گے اور اپنی مسجدوں کی ناموس کی حفاظت کریں گے ۔ پس انہوں نے تو اپنی راہیں متعین کر لیں فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (الاحزاب:۲۴) کے فیصلے کو پورا کر دیا۔ اے پیچھے رہنے والو! کیا تم ان راہوں سے پیچھے ہٹ جاؤ گے؟ اے پیچھے رہنے والو! کیا تم ان آگے بڑھنے والوں کو ہمیشہ کے لئے خالی چھوڑ دو گے؟ آج تم پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان خدا کی خاطر مصیبتیں برداشت کرنیوالوں کے ساتھ وفا کا تقاضا ہے، محمد ﷺ اور قرآن اور خدا کے ساتھ وفا کا تقاضا ہے کہ ان راہوں سے نہیں پیچھے ہٹنا ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹنا آگے بڑھنا ہے۔ اگر چالیس لاکھ احمدی کی لاشیں پاکستان کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ خدا کے نام کے کلمے اور محمد مصطفی ﷺ کے نام کے کلمے کو آنچ نہیں آنے دینی۔ پس آگے بڑھو اور یقین رکھو کہ آخر غلبہ تمہارا ہے آخر فتح تمہاری ہے کیونکہ خدا کے نام پر مرنے کے لئے تیار رہنے والوں کو کبھی موت مار نہیں سکی، کبھی کوئی دشمن ان پر فتح یاب نہیں ہو سکا۔ اپنی

دعاؤں میں التزام اختیار کرو کیونکہ قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں۔

’’جو مانگتا ہے اس کو ضرور دیا جاتا ہے اسی لئے میں کہتا ہوں کہ دعا جیسی کوئی چیز نہیں دنیا میں دیکھو کہ بعض خرگدا ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہر روز شور ڈالتے رہتے ہیں ان کو آخر کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو قادر اور کریم ہے جب یہ اڑ کر دعا کرتا ہے یعنی بندہ تو پا لیتا ہے۔ کیا خدا انسان جیسا بھی نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ:۶۰۲)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

’’آج اس موقعہ کے اثنا میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے اور ان پر لکھا ہوا تھا کہ فتح کا نقارہ بجے پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھلائی اور کہا کہ دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری۔ جب اس عاجز نے دیکھا تو اس عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی مگر نہایت رعب ناک جیسے سپہ سالار مسلح فتح یاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین و یسار میں **حجة اللہ القادر و سلطان احمد مختار** لکھا تھا۔‘‘ (تذکرہ صفحہ:۸۸)

پھر آپ فرماتے ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی کچھ اسماء عطا فرمائے، کچھ لقب دیئے ان میں سے ایک یہ تھا **عبد القادر رضی اللہ عنہ . اری رضوا نہ اللہ اکبر** ،اسکی تفسیر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’خدا کچھ اپنی قدرتیں میرے واسطہ ظاہر کرنے والا ہے، اس واسطہ میرا نام عبدالقادر رکھا۔ رضوان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کوئی فعل دنیا میں خدا کی طرف سے ایسا ظاہر ہونے والا ہے جس سے ثابت ہو جائے اور دنیا پر روشن ہو جائے کہ خدا مجھ پر راضی ہے۔‘‘

کوئی فعل دنیا میں خدا کی طرف سے ایسا ظاہر ہونے والا ہے جس سے ثابت ہو جائے اور دنیا پر روشن ہو جائے کہ خدا مجھ پر راضی ہے'' دنیا میں بھی جب بادشاہ کسی پر راضی ہوتا ہے تو فعلی رنگ میں بھی اس رضا مندی کا اظہار ہوتا ہے۔'' (تذکرہ صفحہ:۴۶۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو جہاں فتوحات کی بڑی واضح اور قطعی اور عظیم الشان خوشخبریاں عطا فرمائی گئیں وہاں ان فتوحات کو حاصل کرنے کی چابی بھی عطا کر دی گئی اور الہام کے ذریعہ وہ راز سکھلایا گیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر نصرت آتی ہے اور خدا کے پاک بندوں کے لئے پھر عظیم الشان کام کر کے دکھاتی ہے اور وہ الہام یہ ہے کہ۔

''اٹھو نمازیں پڑھیں اور قیامت کے نمونے دیکھیں'' (تذکرہ صفحہ:۵۰۷)

پس میں احمدیوں سے کہتا ہوں کہ اٹھو اور نمازیں پڑھو یہی تمہارے ہتھیار ہیں تم ان روحانی ہتھیاروں کو استعمال کرو۔ پہلے سے بڑھ کر خدا کی عبادت میں شغف دکھاؤ۔ پہلے سے زیادہ بڑھ کر ان عبادتوں میں اپنے دلوں کو نرم کرو، اپنی روحوں کو گداز کرو اور خدا کے حضور گریہ کا شور مچادو، خدا کے حضور اپنی عاجزی اور درد کی حالت اور بے کسی کی حالت کو پیش کرو اور پھر دیکھو کہ خدا کی قسم! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام تمہارے حق میں بھی پورا کر کے دکھایا جائے گا ''اٹھو نمازیں پڑھیں اور قیامت کے نمونے دیکھیں'' اپنے ان پاک بندوں کے لئے جو خدا کی عبادت کا حق ادا کرتے ہیں اللہ ضرور دنیا کو قیامت کے نمونے دکھایا کرتا ہے اور یہ وہ قیامت کے نمونے ہوتے ہیں جن میں پھر آراء تبدیل کر دی جاتی ہیں اور بڑے بڑے عظیم الشان روحانی انقلاب برپا کئے جاتے جاتے ہیں۔

پس اس دن کے منتظر رہو اور کامل یقین کے ساتھ اس دن کے منتظر رہو، دعا پر پنجہ مارو اور خدا پر توکل سے ایک لحہ بھی کبھی متزلزل نہ ہو۔ **یقین رکھو کہ رب محمد مصطفی ﷺ آج ہمارے ساتھ ہے، ہمارے ساتھ ہے اور ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔**